*ڈاکٹر سلیم طارق خان

علم العروض ـــ عہد جاہلیت میں

العروض کی اصطلاح

میزان الشعر کے لیے عروض کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کیونکہ عروض کے اوزان پر اشعار کو پیش کیا جاتا ہے اس اصطلاح کے بارے میں اہل علم میں مباحث رہے ہیں کہ یہ علم خلیل بن احمد کو مکہ میں الہام ہوا اور مکہ عرب کی جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے منطقہ عروض میں ہے لہذا اس سبب سے اسے علم العروض کہا گیا[1] ۔ اس بارے میں چار مختلف نظریات پائے جاتے ہیں ۔

ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس علم پر اشعار کو پیش (عرُوض) کر کے پرکھا جانے کے سبب اسے عروض کہا جانے لگا ۔ ایک روایت میں ہے :

''ان عتبة بن ربیعة لما مدح القرآن لما تلاه رسول الله قالت له قریش : هو شعر ، قال : لا لانی عرضته علی أقراء الشعر فلیس هو بشعر۔''[2]

''جب عتبہ بن ربیعہ کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت کی اور اس نے قرآن کی مدح سرائی کی تو قریش نے کہا : یہ تو شعر ہے۔ اس نے کہا : ہرگز نہیں کیونکہ میں نے اسے فنون شعر (اقراء الشعر) پر پیش کیا ، یہ شعر نہیں ہے'' ۔

اس جملے میں لفظ عرضتہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لفظ عروض ان کے ہاں اس معنی میں مستعمل تھا ۔

دوسرے نقطۂ نظر کے مطابق شعر کے فواصل اس کے میزان کا ذریعہ ہیں ۔ لہذا پہلے مصرعہ کے وزن پر دوسرے مصرعہ (جس کو شطر کہا جاتا ہے) کو لایا جاتا ہے اس لیے پہلا مصرعہ عروض کہلاتا ہے اور یہی اس علم کی بنیاد ہے اور اس کے تسمیہ کی وجہ بھی؛ عروض طرق شعر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور قوافی کے اختلاف کے لیے ضروب کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ۔[3]

لغوی طور پر عروض پہاڑوں میں بنے ہوئے راستوں کو کہا جاتا ہے اس لیے لفظ عروض سے مراد سرزمین شعر کے وہ راستے ہیں جن پر اہل عرب چلتے تھے ۔[4]

---

*اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور

عرب شعر کے لیے بیت کا لفظ استعمال کرتے تھے اور ان کے ہاں بیوت کے لیے خیمے گاڑے جاتے تھے اور عمودی لکڑی جس پر خیمہ قائم ہوتا تھا عروض کہلاتی تھی اس لیے عروض اصطلاح شعر میں اس عمود کو کہا جانے لگا جس پر شعر کی عمارت قائم ہے اس طرح انہوں نے أسباب کو أسباب ، أوتاد کو أوتاد اور فواصل کو فواصل کہا ہے اور یہ مصطلحات بیت اور خیمہ سے ہی لی گئی ہیں ۔[5]

علم العروض شعر اور قافیہ کے فنون کا علم ہے یا اسے وزن شعر کا علم کہا جا سکتا ہے عروض اور اس کے فن کے طور پر اور تطور کے بارے میں علماء میں اختلافات کی کثرت ہے اور اس لفظ کے استعمال میں اختلاف سے مفہوم یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عروض قبل اسلام کی اصطلاح ہے ۔

اگر یہ نام اور اصطلاح خلیل بن احمد النحوی کی ایجاد کردہ ہوتی تو یقیناً وہ اس کی وضاحت کر دیتا اور اس کے مفاہیم میں اس قدر اختلاف نہ پائے جاتے ، ڈاکٹر جواد علی اپنی کتاب المفصل میں لکھتے ہیں :

”و انما کانت لفظة قدیمة جاهلیة قصد بها النظر فی الشعر والتبصر بدروبه و أبوابه و طرقه۔“[6]

نقادان فن کہتے ہیں کہ اچھا شعر کہنے کے لیے فن شعر کے بارے میں جاننے کی ضرورت نہیں البتہ اگر عروض کو بنیاد بنا کر شعر کہا جائے تو ایسا شعر ، شعر متکلف کی صنف میں شمار ہوگا ، شعر کہنا ایک وہبی ملکہ ہے اور شعراء اپنا انداز تکلم اختیار کرنے میں آزاد ہوتے ہیں ، البتہ وہ وہبی طور پر اوزان شعر سے اکتساب کرتے ہیں ۔

علم العروض کی تدوین کے بارے میں نظریات

ابن ندیم ، ابن الانباری ، السیوطی اور نزهة الألباء کے مصنف کے مطابق ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد النحوی الفراهیدی (۱۰۰-۱۷۰ھ/۷۱۸-۷۸۶ء) پہلا شخص ہے جس نے اوزان شعر وضع کیے اور بحور شعر کی تدوین کی کیونکہ اسے نحو اور تصحیح قیاس پر مکمل عبور حاصل تھا ، اس نے فن عروض کو وضع کیا ۔

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ النحوی کو موسیقی اور اس کے فنون پر عبور حاصل تھا اور اسی نے اسے علم العروض وضع کرنے پر ابھارا ۔ موسیقی اور فن شعر کا چولی دامن کا ساتھ ہے[7] ۔ النحوی کی ایک کتاب کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا نام کتاب النظم ہے یہ بات بھی درست ہے کہ جاهلی عہد میں بھی شاعری اور موسیقی

کا ایک دوسرے سے قریبی رابطہ تھا حضرت حسان نے اس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے :

تغن بالشعر إما أنت قائله
ان الغناء لهذا الشعر مضمار[8]

Hay Wood کا خیال ہے کہ خلیل بن احمد نے اسی علم کی تدوین میں اہل ہند سے اکتساب کیا ہے - اپنی کتاب Arabic Lexicography میں انہوں نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے کہ خلیل بن احمد نے پہلی عربی ڈکشنری، کتاب العین کے نام سے ترتیب دی تھی - کتاب کی ترتیب میں سنسکرت کے حروف تہجی کا خیال رکھا ہے جس کا علم اسے خراسان کے ذریعے پہنچا جس سے خلیل بن احمد کا گہرا تعلق تھا -[9]

البیرونی نے اپنی کتاب ''مالالہند'' میں ہندی شعر اور موسیقی پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کی معلومات کے مطابق وزن شعر کی تفصیلات کا نظام عربی کے علم العروض سے ملتا جلتا ہے اور اہل ہند بھی خفیف اور ثقیل کے ہم معنی الفاظ وزن شعر کے لیے استعمال کرتے تھے - اور خلیل بن احمد نے خراسان کے ذریعے ہندوستان کی موسیقی اور عروض شعر سے اکتساب کیا ہے ، ایک نظریہ اور بھی پیش کیا گیا ہے جس کی بنیاد ابن ندیم کا بیان ہے- ابن ندیم کے مطابق ابوالبشرمتی نے بوطیقا کو سریانی سے عربی زبان میں ترجمہ کر دیا تھا اور یحیی بن عدی نے بھی اسے عربی قامت میں ڈھالا تھا[10] اور کتاب الشعر کے نام سے آج کل عربی زبان میں اس کا ترجمہ متداول ہے ، نیز اس سے پہلے پہل بابل اور اہل عراق بھی شعر نظم کرنے کے اوزان وضع کر چکے تھے شاید خلیل نے ان سے اکتساب کیا ہے -

جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم العروض کی تدوین خلیل بن احمد نے قدیم جاہلی شعر کی اصطلاحات کی بنیاد پر کی ہے ، اور فن عروض کی اصطلاحات کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی جاہلی شاعری میں یہ جابجا بکھری ہوئی نظر آتی ہیں اور تمام عرب شعراء کے ہاں مستعمل ہیں اور یہی وہ اصطلاحات ہیں جو ان کے فن تنقید میں مددگار ثابت ہوتی ہیں مثلاً عروض کی اصطلاح بھی بذات خود ایک جاہلی اصطلاح ہے عروض جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے خیمے کی ایک عمودی لکڑی کو کہا جاتا ہے جس پر بیت کی بنیاد ہوتی ہے اور فن شعر میں ''بیت'' ایک شعر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کی جمع ابیات کی جاتی ہے اور عہد جاہلیت میں شعر کے لیے بیت کا لفظ استعمال کیا جاتا تھا - البتہ عہد جاہلیت میں فن عروض کے ہم معنی ایک اور اصطلاح بھی

استعمال کی گئی ہے جس کو أقراء الشعر کہا گیا ہے ۔

اقراء الشعر

الزبیدی نے تاج العروس میں اس لفظ کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے، وہ لکھتے ہیں :

الأقراء فی الشعر طرائقه وانواعه ، واحدها قرو وقری۔[11]

عہد جاہلیت میں شعر کے ماہرین فن ، طریق شعر ، بحور ، اس کے مختلف انواع و اقسام کے لیے أقراء الشعر کی اصطلاح استعمال کرتے تھے ۔ الاصابة میں العسقلانی نے ابوذر غفاریؓ کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے انہوں نے اپنے بھائی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے روانہ کیا واپسی پر ان کے درمیان اس طرح مکالمہ ہوا ۔

فلما سأله ابوذر فما یقول الناس ؟

قال : یقولون ساحر کاهن شاعر ،

وکان انیس أحد الشعراء ، فقال : والله لقد وضعت قوله علی اقراء شعر فلا یلتئم علی لسان احد ای علی طریق الشعر و بحوره ۔[12]

ایک روایت میں ہے ۔

"ان عتبة بن ربیعه لما مدح القرآن لما تلاه رسول الله قالت له قریش ، هو شعر، قال لانی عرضة علی أقراء الشعر فلیس هو بشعر"۔[13]

عتبہ بن ربیعہ کے سامنے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی تلاوت کی اور اس نے قرآن کی مدح سرائی کی تو قریش نے کہا یہ تو شعر ہے اس نے کہا ہرگز نہیں کیونکہ میں نے اسے فنون شعر (اقراء الشعر) پر پیش کیا ، یہ شعر نہیں ہے ۔

اس جملے میں لفظ عرضته اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لفظ عروض بھی ان کے ہاں اس معنی میں مستعمل تھا ۔

اقراء الشعر کی تعریف اللسان میں اسی طرح کی ہے ۔

اقراء الشعر أنواعه و بحوره۔[14]

اور اقراء الشعر کی لغوی تعبیرات اور عہد جاہلی کے نقاد حضرات کی رائے کے مطابق عہد جاہلیت میں أقرا الشعرکی اصطلاح لفظ عروض سے زیادہ مستعمل تھی اس سے فن عروض کی موجودگی کا علم ہوتا ہے ۔

فن شعر کی مختلف اصطلاحات مثلاً قریض الشعر ، قصیدہ ، نظم ، بیت ، بحر ، رجز ، ہزج ، رمل ، اکفاء وغیرہ بھی عہد جاہلیت میں مستعمل تھیں جن کو بعد ازاں خلیل بن احمد النحوی نے تدوین علم العروض کے موقع پر استعمال کیا اور بعض اپنی نئی مصطلحات کا سہارا لیا اور اس کو ان اصطلاحات کی مجموعی تفسیر کی ضرورت اس لیے محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اہل عرب ان اصطلاحات سے بخوبی واقف تھے ۔

قریض

عہد جاہلیت میں شعر کو قریض بھی کہا جاتا تھا ۔ القریض سے مراد بھی القصید ہوتا تھا ۔ القرض ، قول الشعر خاصة اور تقریض فن شعر کو کہا جاتا تھا ۔

الاغلب العجلی نے رجز اور قریض میں فرق کیا ہے، وہ کہتا ہے :

أ رجزا ترید أم قریضاً ؟ کلیهما أجد مستریضاً

یا

أرجزاً ترید ام قصیداً ۔ لقد طلبت هینا موجودا [15]

ایک حدیث میں روایت کیا گیا ہے :

"أن اصحاب رسول الله کانوا یتقارضون أی یقولون القریض و ینشدونه۔" [16]

ابن منظور نے اللسان میں عبید بن الابرص کے بارے میں لکھا ہے کہ، ملک الحیرہ نے اسے قتل کرنے سے پہلے شعر سنانے کو کہا ، اس موقع پر عبید نے کہا :

"حال الجریض دون القریض۔" [17]

بعد ازاں اس کا یہ قول ضرب المثل بن گیا

النحاس کے نزدیک "القریض" عربوں کے ہاں اس شعر کو کہا جاتا ہے جو رجز نہ ہو ۔ [18]

نظم

عرب شعر کے لیے نظم کی اصطلاح بھی استعمال کرتے تھے وہ کہتے تھے "قال شعراً" ۔

قرآن میں آتا ہے ۔

وما هو بقول شاعر قليلاً ما تؤمنون[١٩]، و إنهم يقولون مالا يفعلون ۔[٢٠]

اللسان نے شعر کی ایک تعریف کی ہے :

منظوم القول غلب عليه شرفه بالوزن والقافية ۔[٢١]

جب وہ کلام کی قسمیں کرتے تھے اسے دو حصوں میں تقسیم کرتے تھے کلام منظوم اور کلام منثور ۔ وزن اور قافیہ کی شعر میں موجودگی اسے کلام منثور سے ممتاز کرتی ہے اس لیے وہ کہتے تھے :

الکلام المقفی الموزون قصدا ۔ [٢٢]

بعض راویوں کے نزدیک ، شعر رجز میں ہو یا قطعہ میں، شعر ہی کہلائے گا۔[٢٣]

قصیدہ

صاحب تاج العروس نے قصیدہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

"سمی قصيدا لانه قصد واعتمد و ان كان ما قصر منه و اضطرب بناؤه نحو الرمل والرجز شعرا مرادا مقصوداً وذلك ماتم من الشعر و ترفر آثر عندهم و اشد تقدما فی الفسهم مما قصر واختل فسموا ما طال و وفر قصيدا ، ای مرادا مقصودا و ان كان الرمل والرجز ايضا مرادين مقصودين والجمع قصائد"۔[٢٤]

بعض علما کے نزدیک عرب شعر تام کو قصیدہ کہتے تھے ۔
اس کے علاوہ شعر قصید ایسے کلام کو کہا جاتا تھا جس کی تنقیح تجوید اور تہذیب کی جا چکی ہو ۔[٢٥] عزب کہتے تھے ۔

أقصد الشاعر و أرمل و أهزج و أرجز ۔ [٢٦]

اس سے مراد قصید ، رمل ، ھزج ، یا رجز ہوتا تھا ۔
عہد جاہلیت میں لفظ قصیدہ مستعمل تھا، عمرو بن کلثوم نے کہا :

ألهى بن تغلب عن كل مكرمة
قصيدة قالها عمرو بن كلثوم
يروونها ابدا مذكان اولهم
يا للرجال لشعر غير مسئوم [٢٧]

مسیب بن غلس نے کہا :

فلأهدین مع الریاح قصیدۃ
فی مغلغلة و الی القعقاع ۲۸

ابن رشیق کہتا ہے: عرب تین سے لے کر پندرہ اشعار کی نظموں کو قطعہ اور اس سے زیادہ کو قصیدہ کہتے تھے ۔ بعض کے نزدیک سات اشعار پر مشتمل نظم بھی قصیدہ کہلاتی تھی لیکن بعض لوگوں کے نزدیک قصیدہ کے لیے کم ازکم دس اشعار ہونے چاہیں زیادہ احسن یہ سمجھا جاتا تھا کہ قصیدہ وتر اشعار میں کہا جائے ۔ ۲۹

قصیدہ کے لیے عرب لفظ القافیہ بھی استعمال کرتے تھے حسان بن ثابت کہتے ہیں :

فنحکم بالقوافی من ھجانا ۔ و نضرب حین تختلط الدماء ۔ ۳۰

قافیہ کو عبرانی زبان میں عبقف کہتے ہیں ، عرب کہتے تھے :

رویت لفلان کذا وکذا قافیہ ۔ ۳۱

قصیدہ کے لیے کلمة کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا تھا ابن سلام الجمعی اپنی کتاب طبقات الشعراء میں قصیدہ لکھنے کے لیے لفظ کلمة استعمال کرتا ہے اور اس نے جا بجا کلمة کا لفظ قصیدہ کے ہم معنی کے طور پر استعمال کیا ہے ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

أصدق کلمة قالها الشاعر لبید۳۲، کل شی ماخلا اللہ باطل ۔ وکل نعیم لا محالة زائل ۔

یہاں آپؐ نے کلمة سے مراد شعر لیا ہے ۔ قصیدہ ایک بیت سے تشکیل پاتا تھا جس کی دو شرطیں ہوتی ہیں جن کو مصرعہ بھی کہا گیا ہے عہد جاہلیت میں قصیدہ کا یہ شعر مستقل مفہوم رکھتا تھا یہی وجہ ہے کہ اگر قصیدہ میں سے کوئی شعر آگے پیچھے کر دیا جائے یا گر جائے تب بھی قصیدہ کا قصد پورا ہو جاتا ہے لیکن ہر بیت میں وزن اور قافیہ کی پابندی کی جاتی تھی بعض ابیات اپنے أو ابد کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے ، أو ابد الشعر سے مراد ایسے اشعار ہیں جو ضرب المثل بن جائیں یا ایسے اشعار بھی مراد ہیں جن میں غریب الفاظ استعمال کیے گئے ہوں ، یا نادر کلام استعمال کیا گیا ہو ۔ ۳۳

عہد جاہلیت کے قصیدہ کا اختتام حکم امثال اور اقوال مأثورۃ پر ہوتا تھا اگر طویل قصیدہ میں استحکام ہو اور ٹھوس انداز میں کیا گیا ہو تو اسے اہل عرب زیادہ پسند کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ حماد الراویۃ کے اختیار کردہ السبع الطوال آج بھی مقبول ہیں کیونکہ قصیدہ کہنا شاعر کی قدرت کلام اور جودت فکر پر دلالت کرتا ہے ۔

بحر

دوسری اہم اصطلاح بحر ہے اس کا ذکر بھی عہد جاہلیت کی شاعری اور تنقیدی آراء میں ملتا ہے ۔

ابوبکر صدیق رض النابغہ الزبیانی کو دوسرے جاہلی شعرا پر فوقیت دیتے تھے اور اسے اشعر الشعراء کہتے تھے ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ رض نے کہا :

ھو أحسنھم شعرا و أعذبھم بحرا و أبعدھم قعرا ۔۳۴

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں شعر کے اوزان کے لیے بحر اور بحور کا لفظ استعمال ہوتا تھا ۔

مخضرم عہد کے شعراء اور نقاد حضرات فنی اعتبار سے عہد جاہلیت کے اصول اور پیمانوں کے تابع تھے ۔ حضرت حسان رض کا ایک واقعہ بھی اس کی مزید وضاحت کر دیتا ہے۔الحارث بن معاذ بن عفرا جب حضرت حسان رض کے پاس آئے تاکہ نجاشی کی ہجو میں ان سے مدد حاصل کر سکیں تو حضرت حسان نے آٹھ اشعار کہے اس کے بعد کافی دیر تک سوچتے رہے پھر کہا :

واللہ ما ابحرت۳۴

لغت کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ جب کوئی شاعر اچھے اور زیادہ اشعار کہنے پر قادر ہوتا تو عرب کہتے تھے ''استبحر''۔۳۵

عہد جاہلیت میں شعرا اور نقاد شعری فنون کے بارے میں کس قدر وسیع معلومات رکھتے تھے اس کا اندازہ جاحظ جیسے نقاد کے اس بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے وہ البیان والتبیین میں رقم طراز ہے :

و قد ذکرت العرب فی اشعارھا السناد و الاقواء والاکفاء ولم اسمع بالایطاء و قالوا فی القصید و الرجز السجع والخطب و ذکرو احرف الروی والقوافی وقالوا ھذا بیت و ھذا مصراع ۔۳۶

قافیہ کے چھ مختلف عیوب ہیں جو فصحاء عرب کے ہاں معروف تھے اور وہ ان کو مختلف مصطلحات سے پہچانتے تھے۔

۱۔ الایطاء ۲۔ التضمین ۳۔ الاقوا ۴۔ الاصراف ۵۔ الاکفاء ۶۔ السناد ۔

الایطاء

الایطاء قافیہ کو دھرانے کو کہتے ہیں (اصل میں وطاء پامال راستے کے لیے استعمال ہوتا ہے)۔[۳۷] ابو عمرو بن العلاء کہتے ہیں:

"الایطا لیس بعیب عند العرب ، و ھو و اعادۃ القافیۃ مرتین"[۳۸]

ابن قتیبہ کہتے ہیں :

"اگر ایک دفعہ سے زائد ایسا ہو جائے تو عرب اسے عیب گردانتے تھے۔"[۳۹]

بعض لوگوں کا خیال ہے ، ایطاء قافیہ میں اضطراب کو کہتے ہیں کبھی قافیہ کو ایک شاعر کی طرح لانا کبھی دوسرے کی طرح ۔ یہ عربوں کے ہاں عیب سمجھا جاتا تھا ، قافیہ کو دوسروں کی پیروی میں لانا یا قافیہ کو دہرانا شاعر کی قدرت کلام کی نفی کرتا ہے ۔

التضمین

مضمن ایک ایسے شعر کو کہتے تھے جو تنہا اپنا مفہوم بیان کرنے سے قاصر ہو اور شاعر کو مفہوم مکمل کرنے کے لیے بعد والے شعر کا سہارا لینا پڑے اسے بعض لوگوں نے عیب سمجھا ہے اور بعض کے نزدیک یہ درست ہے ، جن لوگوں نے اسے عیب سمجھا ہے انہوں نے اس کی دلیل یہ دی ہے کہ قصیدہ کا ہر شعر ایک مستقل مفہوم رکھتا ہے اور قصیدہ میں ایسا ہوتا ہے۔ اللسان نے النابغہ اور دوسرے شعراء کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے ہاں تضمین پائی جاتی ہے ۔

الاقواء

یہ ایسا عیب ہے جس کو اہل عرب بخوبی جانتے تھے النابغہ الزبیانی کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کو اکثر مؤرخین ادب نے نقل کیا ہے ، نابغہ کے دالیہ قصیدہ میں یہ عیب پایا جاتا تھا لیکن اسے اپنا یہ عیب سمجھ میں نہ آتا تھا جب وہ یثرب آیا تو اس کا قصیدہ اس کے سامنے گایا گیا تب اسے معلوم ہوا کہ اس میں اقواء کا عیب پایا جاتا ہے پھر اس نے اسے درست کر دیا وہ خود کہتا ہے :

''دخلت يثرب و في شعري صنعة ثم خرجت منها وأنا أشعر العرب.''٤٠

الاقوا یہ ہے کہ حرکات روی مختلف ہو جائے کہ بعض مرفوع ہوں اور بعض منصوب یا مجرور - ایک رائے یہ بھی ہے کہ فاصلہ میں ایک حرف کی کمی ہوگا- کہا جاتا ہے کہ عربوں کے ہاں کلام میں یہ عیب کثرت سے پایا جاتا تھا بعض لوگوں نے کہا کہ اقواء یہ ہے کہ ایک شعر کے حرف روی میں رفع آئے اور دوسرے شعر میں کسرہ- ابو عمرو بن العلا کہتا ہے -

''هو اختلاف الاعراب في القوافي و ذلك ان تكون قافيه مرفوعه و اخرى مخفوضة-''

النابغہ کےکلام میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً اس کے قصیدہ میں ہے -

قالت بنو عامر خالو بنی اسد

یا بؤس للجهل ضرار لأقوام

دوسرا شعر ہے -

تبدو کواکبه والشمس طالعة

لا النور نور ولا الظلام اظلام٤١

ابو العلا المعری نے الاقواء پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ اہل عرب کے ہاں اقواء عیب نہیں ہے اس کا خیال ہے کہ یہ عہد اسلام میں عیب گنا گیا -٤٢ جبکہ النابغہ الزبیانی کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اہل عرب اقواء کو عیب گردانتے تھے -

الاکفاء

الاکفاء کے بارے میں فصحاء عرب کا خیال تھا کہ یہ بھی بیت کے آخر میں عیب کو کہتے ہیں ، بعض کے نزدیک اقواء اور اکفاء ایک ہی ہے، ایسا شاعر جو حرکات روی کو مختلف لائے اس کو کہتے تھے اکفاء الشاعر -٤٣

الموشح میں المرزبانی نے کہا ہے :

قد كان النابغة يكفئي في شعره و قد نبة الى فتجنب بعضه و هذبه -٤٤

الاصراف

اللسان نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے :

اذا أقوی فیه و خولف بین القافیتین ۔[45]

السناد

ردیف میں اختلاف کو السناد کہا جاتا تھا ۔ أخفش کا کہنا ہے :

اما ما سمعت من العرب فی السناد فالھم یجعلونه کل فساد فی آخر الشعر ولا یجردن فی ذلک شیئا و ھو عندھم عیب ۔[46]

اس کی مثال عہد جاہلیت کے ایک شاعر کے شعر سے دی گئی ہے ، وہ کہتا ہے :

فیه سناد و اقواء و تحرید ۔[47]

رجز

اہل عرب کے نزدیک تین اجزا پر مشتمل ہے یہ شعر کی وہ صنف ہے جو وہ کام کاج کرتے ہوئے گنگناتے تھے اور اونٹوں کو ہانکنے کے لیے حدی خوانی کرتے تھے بعض علماء کے نزدیک عربی بحور شعر میں سے ایک بحر ہے اور اس بحرمیں کہے گئے قصیدہ کو ارجوزہ کہتے ہیں جس کی جمع اراجیز ہے اس کی حقیقت سجع کی مانند ہی قرار دی گئی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ سجع میں وزن نہیں ہوتا جبکہ رجز میں وزن کا التزام کرنا پڑتا ہے ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ : ’’شعر کی ابتدائی قسم ہے اس کے دو سبب اور ایک وتد ہوتا ہے یہ ایک ایسے وزن میں ہوتی ہے کہ ، سماعت میں خوشگوار اور دل میں جاگزیں ہونے والی ہے ۔[48]‘‘ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ہر شعر کو رجز کہتے ہیں رجز سجع سے مشابہ ہے اور اس کی کچھ صورتیں توراۃ میں بھی ملتی ہیں جس میں عبرانی حکما کی زبان سے سفر الامثال میں یا بلعام حکیم کے اقوال کی صورت میں پائی گئی ہے بعض لوگوں نے بلعام حکیم کو لقمان حکیم کہا ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے ۔[49]

علما کا خیال ہے کہ رجز کا اونٹ کی چال سے بڑا گہرا تعلق ہے اس کے اوزان میں بھی حرکت اور سکون یکے بعد دیگرے آتے ہیں جس طرح اونٹ کی چال میں ۔ اس کے رجز کہنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس کے اجزاء باہم متقارب ہیں اور ان میں حروف کی قلت ہوتی ہے اور ان کو بلا کسی مشقت کے ادائیگی کی وجہ سے بھی رجز کہا گیا ہے ۔[50] اس کی تین قسمیں ہیں ۔

۱۔ المشطور۔ ۲۔ المنهوک المقطع

یہ رجز کامل اور مختصر ہے اس کی اقسام کو المجزود ، المنهوک کہا گیا ہے اس کی دو اقسام مشطور اور منہوک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بھی ادا ہوئیں۔[۵۱] خلیل بن احمد النحوی کا خیال ہے کہ رجز شعر کامل ہے لیکن اس کا ایک اور قول بھی نقل کیا گیا ہے جس میں وہ اسے شعر کے زمرے میں شامل نہیں کرتا[۵۲] اس کے لیے دلیل دی گئی ہے کہ اگر یہ صنف سخن شعر ہوتی تو لسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جاری نہ ہوتی کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے۔

''وما علمناه الشعر وما ینبغی له''۔[۵۳]

''إنه لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون، ولا هو بقول کاهن قلیلاً ماتذکرون۔''[۵۴]

تاریخ و سیر کی کتب میں وضاحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کوئی شعر پڑھا اور نہ ہی شعر کہا اور جب کبھی آپ ؐ نے استشهادا کسی شعر کو پڑھا تو اس میں وزن پر قائم نہ رہے یا تو آپ ؐ پہلا مصرعہ پڑھتے یا دوسرا، اور نصف شعر یا مصرعہ کو شعر نہیں کہا گیا اور اس صنف سخن کے شعر ہونے کے قائلین کہتے ہیں کہ اس آیت سے قطعاً مراد یہ نہیں کہ آپ ؐ شعر پڑھ نہیں سکتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر بنا کر مبعوث نہیں کیا تھا اور یہ بات تو کتب حدیث میں وارد ہے کہ آپ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہ کی رجز یوم خندق کے موقع پر دہراتے تھے۔

اس کے قائلین کا کہنا یہ بھی ہے کہ یہ صنف اہل حجاز کے نزدیک شعر شمار کی گئی ہے کیونکہ جب قریش جمع ہو کر قرآن کے بارے میں رائے لینے کے لیے ولید بن مغیرہ کے پاس گئے تو اس نے کہا :

''ما هو بشاعر لقد عرفنا الشعر کله رجزه و هزجه و قریضه و مقبوضه و مبسوطه فما هو بالشعر۔''[۵۵]

شعر نے اپنے فنی ارتقاء میں بہت سی منازل اور مراحل طے کیے ہوں گے اور ناقدین و مورخین ادب کا خیال ہے کہ شعر کے لیے پہلا زینہ سجع ہے جو کہ وزن سے پاک نثر مقفیٰ ہے اور یہ اپنے زمانے میں کاہنوں کا انداز تخاطب تھا اس کو رجز کی ماں قرار دیا جا سکتا ہے اور رجز ہی وہ صنف سخن ہے جو عروض شعر کی بحور کا منبع ہے اور مستشرقین کے مطابق وہ موسیقی کا بھی منبع ہے اور یہ موسیقی اور غنا کے باہمی تعلق کو بھی واضح کرتا ہے بعض لوگوں کا تو یہ خیال

ہے کہ اونٹ کی چال سے شاعری کی بحور کا گہرا تعلق ہے لیکن ان تمام باتوں پر اتفاق کے لیے کوئی مشترک دلیل موجود نہیں ہے اور یہ امر نقاد حضرات کے نزدیک ہمیشہ باعث نزع رہا ہے۔ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ ایک راجز کے لیے قصیدہ کہنا بہت مشکل ہے لیکن ایک قصیدہ گو کے لیے ارجوزہ کوئی مشکل فن نہیں ہے۔

ابو العلاء المعری بھی اسے شعر کی کوئی اعلی صنف ماننے کے لیے تیار نہیں وہ ایک حدیث کا حوالہ دیتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا:

ان اللہ یحب معالی الامور و یکرہ سفاسفھا۔[56]

اور رجز شعر کے سفاسف میں سے ہے۔

عہد جاہلیت میں بحر رجز میں قصیدہ کہنے کا رواج نہ تھا الجاحظ نے لکھا ہے کہ عہد جاہلیت کے بہت سے شعرا جن کو استاد شاعر یا فن شعر میں حکم کا مقام حاصل تھا۔ انہوں نے کبھی رجزیہ اشعار نہیں کہے ان میں سے زہیر النابغہ، اعشی، خصوصیت کے حامل ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے شعر اور رجز دونوں میں حصہ لیا ان میں امرؤ القیس اور طرفہ کے نام آتے ہیں البتہ لبید بن ربیعہ ان شعرا میں سے ہیں جن کے ہاں رجز وافر مقدار میں پائی جاتی ہے۔[57] رجز میں ایک قسم مسمط کی بھی پائی گئی ہے اور مولد شعرا کے ہاں اسے مخمس کا نام دیا گیا ہے اور اسی کی انواع میں مسبع اور مثمن بھی شامل ہیں اس میں دونوں مصرع ایک ہی کافیہ پر ہوتے ہیں لیکن مسمط میں قافیہ مخالفانہ ہوتا ہے ایسے قصیدہ کو مسمط یا سمطیۃ کہا جاتا ہے۔ امرؤلقیس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کے مسمط قطعات ملتے ہیں۔

مستلئم کشفت بالصرع ذیلہ أقمت بعضب ذی سفاسق میلہ
فجعت بہ ملتقی الخیل خیلہ ترکت عتاق الطیر تعجل حولہ

کأن علی أثوابہ نضح جریان[58]

ایک مسبع بھی اس کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

توھمت من ھند معالم الاطلال عفا ھن طول الدھر فی الزمن الخالی
مرابع من ھند خلت و مصایف یصیح بمغنا ھاصدی و عوازف
وغیرھا ھوج الریاح العواصف و کل مسف ثم آخر رادف

باسحم من نوء السماکین ھطای[59]

لیکن المعری نے اپنے رسالۃ الغفران میں اس کو غلط قرار دیا ہے کہ امرؤالقیس نے کبھی بحر رجز میں شاعری کی کیونکہ بحر رجز شاعری کی کمزور ترین صنف ہے اور امرؤالقیس جیسے بڑے شاعر سے ایسی کمزور صنف سخن میں شاعری کی توقع نہیں کی جا سکتی ۔۶۰

رجز کے بعد اقدم انواع شعر میں بسیط ہے پھر خفیف کیونکہ اس میں تاثیر اور طلب موجود ہے اور یہ انسانی احساس کی ترجمانی کے لیے اس قدر وسیع ہے کہ اس بحر کو شعرا کی سواری قرار دیا گیا ہے ۔

مستشرقین میں سے وہ لوگ جنھوں نے عربی عروض پر دسترس حاصل کی انھوں نے بعض نہایت دلچسپ نتائج اخذ کیے ہیں مثلاً البحر الطویل عروض شعر کی ایک اہم بحر ہے اور اس کو درجہ اول ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور پھر کامل ، وافر اور بسیط جو اس سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کے علاوہ بحر متقارب کا استعمال زیادہ تر عہد جاہلیت کے شعرا میں پایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ المنسرح بھی ان کے ہاں مستعمل ہے۔ طرفہ اپنے طویل ترین قصیدہ میں بحر الرمل کو استعمال کرتا ہے اس کے علاوہ اس نے السریع کو اپنے دو قصائد میں استعمال کیا اور بحر المدید کو امرؤالقیس اور طرفہ دونوں نے ایک ایک قصیدہ میں استعمال کیا ہے بحر الخفیف مرقشین کے ہاں نظر آتی ہے ۔ اس کے علاوہ عبید بن الابرص بھی اسے اپنے قصیدے میں استعمال کرتا ہے ۔ عامر بن الطفیل اور اعشی کے ہاں بحرالخفیف بھی پائی جاتی ہے البتہ ہزج کا وجود امرؤالقیس اور طرفہ کے جن دو قصائد میں ملتا ہے ان کے بارے میں نقادان فن کی رائے ہے کہ یہ دونوں منحول ہیں ۔

غرونباوم کے نزدیک شعرائے عراق جن کا تعلق حیرہ کی سلطنت سے رہا ہے وہ فنون شعر میں دوسروں سے ممتاز نظر آتے ہیں کیونکہ ابو داؤد الایادی کی شاعری کا جائزہ لیں تو اس میں بارہ بحروں کی موجودگی کا علم ہوتا ہے عراقیوں کے نزدیک بحرالرمل کا استعمال زیادہ ہے البتہ شعرا قدیم میں ابو داود کے علاوہ اس بحر کا وجود کسی اور کے ہاں نہیں ملتا۔ طرفہ کے تین قصائد بحرالرمل میں ہیں اور عدی نے سات قصائد میں ، اعشی نے دو قصائد میں اور امرؤالقیس نے ایک قصیدہ میں اس بحر کو اختیار کیا ہے۔ اس سے بعض لوگوں نے امرؤالقیس کے ابوداؤد سے متاثر ہونے کا نظریہ پیش کیا ہے اور غرونباوم کے نزدیک امرؤالقیس ابوداؤد الایادی کا راوی تھا ۔

امرؤالقیس ، عدی اور اعشی کا نمبر ابوداود کے بعد آتا ہے کیونکہ انھوں نے دس دس بحور اپنی شاعری میں استعمال کی ہیں اور رجز بھی شعر کی دیگر اصناف سخن کی

طرح ہی ایک صنف سخن ہے اور اس بحر کو شعر کی بحور میں ہی شمار کرنا پڑے گا العمدۃ کے مصنف ابن رشیق کا کہنا ہے کہ اہل عرب رجاز کو شاعر مانتے تھے ۔

التملیط

عہد جاہلیت میں شاعری کی ایک قسم تمایط بھی ہے یہ دراصل شعرا کے درمیان مقابلہ شعری کی ایک صورت ہے کہ شعراء فی البدیہہ مقابلہ کرتے تھے ایک شاعر ایک مصرعہ کہتا تو دوسرا شاعر دوسرا مصرعہ ۔ دونوں شعراء کو ایک ہی بحر میں مصرع کہنا پڑتا تھا ایسے مقابلہ کرنے والے شعرا کو مماتن کہا جاتا تھا۔[٦١] جو اس لیے مقابلہ کریں کہ دیکھیں کون بڑا شاعر ہے اسی طرح کے مقابلوں کا ذکر تاریخ ادب کی مختلف کتب میں ملتا ہے جن میں زہیر اور نابغہ اور حسان بن ثابت وغیرہ کے مقابلوں کے تذکرے شامل ہیں ۔ العمدۃ کے مصنف نے اس طرح کے ایک مقابلہ کا ذکر کیا ہے یہ مقابلہ امرؤالقیس اور التوأم الیشکری کے درمیان ہوا۔ ابن رشیق کہتا ہے کہ اس تملیط میں التوأم، امرؤالقیس سے بڑا شاعر نظر آتا ہے کیونکہ امرؤالقیس نے اپنی مرضی کے مطابق بحر کا انتخاب کر کے آغاز کیا جبکہ توأم کو اس کی پیروی کرنا پڑی لیکن اس کے باوجود آغاز کلام میں ہی توأم کا کلام زیادہ مستحکم ہے ۔[٦٢]

موسیقی

عہد جاہلیت کی شاعری کے فنی پہلوؤں پر اگر ایک اور نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی جائے تو نتائج میں ایک نئی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے عہد جاہلیت کی شاعری اور موسیقی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہی موسیقی عہد جاہلیت کے اسی شعرا کے لیے وزن جانچنے کا ایک ذریعہ تھی ۔ المرزبانی کہتے ہیں ۔

فقد کانت العرب تغنی النصب و تمد اصواتها بالنشیز و تزن الشعر بالغناء۔[٦٣]

حضرت حسان کہتے ہیں :

تغن بالشعر اما أنت قائله

ان الغنا لهذا الشعر مضمار[٦٤]

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے النابغہ الجعدی کو اپنے اشعار سنانے کے لیے کہا ، آپؓ نے فرمایا :

اسمعنی بعض ما عفا اللہ لک عنہ من عنائک

النابغہ الجعدی نے اپنا ایک قصیدہ سنایا اس پر حضرت عمرؓ نے بتعجب پوچھا:

انک قائلھا ؟

انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا :

لطالما غنیت لھا خلف جمال الخطاب ۔٦٥

ابن عبدربہ کہتے ہیں :

فاما کان العرب قد وزنوا الشعر بالغنا ۔٦٦

جواد علی اپنی کتاب ''المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام'' میں لکھتے ہیں :

ولا یستبعد تغنی الشعر الجاھلین بشعرھم واستعدالھم آلات المسیقی مثل الرباب لترافق غنیاھم بشعرھم ۔٦٧

شوقی ضیف کا کہنا ہے ، یہ بات بعید نہیں کہ شعرا جاہلین اپنے شعر گاتے ہوں اور اشعار گانے کے لیے وہ آلات موسیقی مثلاً رباب کا سہارا لیتے ہوں ۔ عہد جاہلیت کے لوگوں کی علمیت کی نشانیوں میں سے شعر، اس کے فنون اور اس کے اسالیب میں کمال کا حصول اور موقع کی مناسبت سے بحور شعر کا استعمال اہم ہے اور نغمگی کے لیے موسیقی کی بحور کا استعمال ، خاص طور پر نظم میں الفاظ کی موسیقیت کا خیال تاکہ شعر جس موقع کے لیے کہا گیا ہے اس کے حسب حال ہو ان کی جودت فکر پر دلالت کرتا ہے ۔ ٦٨

موسیقی کی بحور اور قتال کے مواقع کی بحور قلوب و اذہان کو متاثر کرتی ہیں اور آتش شوق بھڑکا دیتی ہیں ، مرثیہ اور دکھ کے مواقع کے مناسب بحور کا استعمال ان کی شعر کے بارے میں علمیت کی دلیل ہیں اور ان میں تمام مواقع کے لیے علیحدہ بحور ہوتی تھیں ۔٦٩

بروکلمن نے عروض کے موضوع پر ایک نئی بحث پیش کی ہے، وہ کہتے ہیں یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ قدیم شعرا کے ہاں عروض کو دریافت کرنا مشکل ہے، ہو سکتا ہے کہ آج ہم اپنی تحقیقات کے ذریعے اس فن کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اگرچہ ایک بات عروض اور قدیم شعرا کے ادب پاروں کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے کہ قدیم شعرا کے ہاں شاعری کی بہت سی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جو خلیل بن احمد کے عروض اور تجویز کردہ

بحور بر پوری نہیں اترتیں یا جن بحور کو سعید بن مسعدۃ الاخفش الاوسط نے اپنی کتاب العروض میں بیان کیا ہے ان کی کثیر مثالیں ہمیں مرقش الاکبر، عبید عمرو بن قیمہ، امرؤالقیس اور سلمیٰ بن ربیعہ کے ہاں ملتی ہیں اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاید یہ ان کی ابتدائی زمانہ کی شاعری ہو اور جدید زمانے کی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان شعرا نے ہی اپنے عروضی لظام سے اپنے تخلص کی خاطر ایسا کیا ہو۔[۷۰]

البتہ عروض کے بارے میں یہ بحث دور جدید کا ایک اہم موضوع رہی ہے مثلاً طٰہٰ حسین اور عباس محمود العقاد خارج از عروج شاعری کو منحول شاعری قرار دیتے ہیں۔[۷۱] یا پھر ان کے ہاں یہ نقطۂ نظر بھی پروان چڑھا ہے جس کے مؤید طیب حسین ہیں کہ عہد جاہلیت میں شاعری اپنے اس کمال کو نہیں پہنچی تھی جس کا اظہار معلقات اور دوسرے قصائد میں ملتا ہے لہذا یہ شاعری منحول ہے۔[۷۲] لیکن اگر الھمدانی کی الاکلیل کا مطالعہ کیا جائے تو عہد جاہلیت کی شاعری کے بارے میں موجودہ لظریات میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے، خلیل بن احمد کے بتائے ہوئے عروض سے باہر عہد جاہلیت کے ممتاز شعرا کے ہاں بھی مختلف مثالیں نظر آتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ تاج العروس (۵ : ۱۷۵) لفظ عرض

۲۔ ابن منظور لسان العرب (۱۵ : ۱۷۵) (لفظ قرأ)

۳۔ لسان العرب (لفظ عرض)

۴۔ جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ۔ (۹ : ۱۹۲)۔

۵۔ جواد علی، المفصل ۹ : ۱۹۳

۶۔ جواد علی ، المفصل ۔ (۹ : ۱۹۳)

۷۔ المرزبانی، الموشح (۲۹)

۸۔ ابن خلکان و لیات الاعیان ۔ (۱ ، ۲۱٦)

٩- جواد علی، المفصل ٩ : ٢١١ (بحواله Haywood Arabic Lexicograhpy)

١٠- ابن ندیم، الفهرست

١١- تاج العروس ١ ، ٢٩٣

١٢- ابن حجر العسقلانی، الاصابة ١ ، ٨٨ رقم ٢٨٩

١٣- لسان العرب ١٥ ، ١٧٥

١٤- لسان العرب ٣ ، ٣٣

١٥- نفس المصدر ٧ ، ٢١٨ (قرض)

١٦- نفس المصدر ایضاً

١٧- نفس المصدر ایضاً

١٨- ابن رشیق القیرانی، العمدة ١، ١٨٣

١٩- القرآن الکریم الحاقة ، الایة ١٣

٢٠- القرآن الکریم الشعراء، الایة ٢٢٣

٢١- جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام ٩، ١٧٠

٢٢- الصاجی ٢٧٣ - لسان العرب ٣، ١٣٠ شعر

٢٣- آلوسی بلوغ الادب ٣ ، ٨٣

٢٤- تاج العروس ٢ ، ٣٦٧

٢٥- نفس المصور ٢ ، ٣٦٨

٢٦- نفس المصدر ٢ ، ٣٦٦

٢٧- ابوالفرج الاصبهانی، کتاب الاغانی ١ ، ٥٣

٢٨- المفصل الضبی النضلیات قصیده ٦٢

٢٩- ابن رشیق القهروانی، العمدة ١، ١٨٩

٣٠- دیوان حسان بن ثابت

٣١- تاج العروس ١ ، ٣٠٠ (قفو)

٣٢- البغدادی، خزانة الادب ، ٢ ، ٢٥٥- (هارون)

٣٣- ابن رشيق القيروانى ، العمدة ٢ ، ١٨٥

٣٤- لسان العرب ، ٤ ، ٤٤

٣٥- نفس انمصدر ، ايضاً

٣٦- الجاحظ البيان والتبيين - ١ ، ١٣٩

٣٧- تاج العروس ١ ، ١٣٥ - الشعر والشعراء ١ ، ٤١

٣٨- نفس المصدر ايضاً

٣٩- نفس المصدر ايضاً

٤٠- لسان العرب ١٥ ، ٢٠٩

٤١- ابن قتيبه ، الشعر والشعراء ١ ، ٣٩

٤٢- ابو العلاء المعرى ، رسالة الغفران

٤٣- تاج العروس ١ ، ٣٩٦ ، العمدة ١ ، ١٦٣ الموشح ٦٠

٤٤- نفس المصدر

٤٥- لسان العرب ٩ ، ١٩٣

٤٦- نفس المصدر ٣ ، ٢٢٣

٤٧- نفس المصدر ايضاً

٤٨- البيان والتبيين ٢ ، ١٨٤

٤٩- جواد على، المفصل فى تاريخ العرب قبل الاسلام ٩، ١٧١

٥٠- لسان العرب ٥ ، ٣٥١ رجز

٥١- العروض الالف ١ ، ١٧٣ لسان العرب ٥ ، ٣٥٧

٥٢- تاج العروس ٤ ، ٣٦ (رجز) لسان العرب ٥ ، ٣٥ (رجز)

٥٣- القرآن الكريم - سورة يسين آيت ٦٩

٥٤- القرآن الكريم - الحاقة آيت ٤٠ و ما بعد

٥٥- الروض الانف ١/١٧٣ : لسان العرب ٥/٣٥٠

٥٦- ابوالعلاء المعرى، رسالة الغفران ٣٧٢

٥٧- الجاحظ، البيان والتبيين ٣ ، ٨٣
٥٨- تاج العروس ٥ ، ١٦١
٥٩- نفس المصدر ايضاً
٦٠- ابو العلاء المعرى، رسالة الغفران
٦١- تاج العروس ٩ ، ٣٠٢ (متن)
٦٢- ابن رشيق القيروانى، العمدة ١، ٢٠٢ ، ٢٩١
٦٣- المرزبانى، الموشح ٣٩
٦٤- نفس المصدر
٦٥- ابن عبدربه، العقد الفريد ٣، ٩٠
٦٦- جواد على، المفصل ٩، ٢٠١١
٦٧- نفس المصدر ٩ ، ٢٠١
٦٨- شوقى ضيف - فصول فى الشعر و نقده دارالمعارف مصر ص ٣٧ ، ٣٨
٦٩- نفس المصدر
٧٠- بروكلمن، تاريخ الادب العربى ١/٥٣
٧١- طه حسين، فى الادب الجاهلى دارالمعارف (٢٥٨) مصر
٧٢- نفس المصدر -